سے زیادہ قریب ہے جس میں مال کھانے والا زیادہ فقیر اور تنگ دست ہوگا اور لینے والا امیر اور خوشحال ہوگا اس دن برادران حقیقی کو پتہ چلے گا کہ باپ کی جائیداد اس طرح وصول کیا کرتے ہیں وصولی کا یہ طریقہ بھائیوں کے حق میں اس وقت تو بہت خوش کن ہے لیکن اس وقت رسوا کن ہوگا۔

کلا بل لاتکرمون الیتیم ولا تحاضون علی طعام المسکین وتاکلون التراث اکلالماوتحبون المال حباجما (سورۃ الفجر۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰)

(ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ نہ تم یتیم کی عزت کرتے ہو اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو اور تم میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور تم لوگ مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو)

مروجہ تنسیخ نکاح

تنسیخ کے باب میں شرعاً ان وجوہ کو مد نظر رکھا جانا چاہیے جن کی بنا پر تنسیخ عمل میں لائی جاتی ہے وجوہ تنسیخ مثلاً خاوند کی نامردی دیوانگی گمشدگی اور ضد وعناد ہے کہ وہ نہ حقوق زوجیت ادا کرے اور نہ طلاق پر آمادہ ہو اسی طرح بیوی بھی تنسیخ کا مطالبہ کردے یہ نہ ہو کہ وہ تو خلع کی طالب ہو اور حاکم تنسیخ کرے لیکن ہوتا یہ ہے کہ تنسیخ کے دعوے میں یوں لکھا جاتا ہے خاوند پٹائی کرتا ہے سخت مزاج ہے اس نے دوسرا نکاح کرلیا ہے مہر کی خطیر رقم اس کے ذمے واجب الادا ہے ادائیگی میں لیت ولعل کر رہا ہے یہ ہیں دلائل اور دعاوی جن کی بنیاد پر عموماً عورت اپنے ماں باپ یا کسی غیر کی مدد سے اپنے خاوند سے رہائی چاہتی ہے۔ اور اس کے خلاف استغاثہ کیا جاتا ہے۔ فقہاء کرام نے تنسیخ کی چند شرائط بیان کی ہیں:

۱۔ حاکم مسلمان ہو تنسیخ کی وجوہ پر فیصلہ کرنیکا مجاز ہو

۲۔ تنسیخ کی وجوہ صحیح ہوں۔

۳۔ عورت تنسیخ کا مطالبہ کرے۔

۴۔ تنسیخ کا دارومدار ان اشیاء کو قرار دے جو دعوی میں بیان کی گئی ہوں۔

۵۔ عدالت مدعی کو حاضر ہونے کا حکم دے اور جواب دعوی کے بعد اسے متعنت قرار دے۔

لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ مدعیہ کی بات سن کر عموماً یہ باور کرلیا جاتا ہے کہ عورت بے قصور ہے اس کی اپنے خاوند کو ناپسندیدگی حاکم کے دل میں یہ احساس پیدا کردیتی ہے کہ وقتی طور پر عوت کو خوش کرلیا جائے حالانکہ اس عارضی خوشی سے بعض دفعہ عاجلانہ فیصلہ کے بعد

ہمیشہ کیلئے اس کی خانہ بربادی ہی کیوں نہ ہوتی ہو۔قواعدو ضوابط کی بالاتری کی بجائے حاکم اپنی رائے وقیاس کو دخل دیتا ہے کہ چونکہ ان کے مابین نباہ مشکل ہوگیا ہے لہذا مدعیہ کے حق میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اکثر ایسے ہوتا ہے کہ چونکہ خاوند حاضر عدالت نہیں ہوا، یا کسی ایک سماعت میں نہیں آیا تو یک طرفہ کاروائی عمل میں لائی جاتی ہے حالانکہ ممکن ہے کہ اسے اس دعوی کی اطلاع تک نہ ہو جیسے کہ آج کل سمن غلط بھیجنے کی وبا عام ہے یا یہ کہ خاوند دعوی دائر کردہ عدالت کو شرعی عدالت نہ سمجھتا ہو یا اسے کوئی اور عذر درپیش ہو ایسی صورت میں حکام پر فرض عائد ہوتا ہے کہ جبرا خاوند کے حاضر ہونے کا حکم دیں۔ اور اس سے باز پرس کریں اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ مدعی علیہ نہ تو آباد کرنے پر رضامند ہے اور نہ طلاق دینے پر تو اسے متعنت قرار دیں۔نباہ مشکل ہونے کی بنا پر خلع کرادیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ حاضر نہ ہو نے کو یک طرفہ کاروائی کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے کہ یہ شخص متعنت (ضدی) ہے لہذا خاوند کی غیر موجودگی میں یکطرفہ کاروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔واضح رہے کہ یکطرفہ کاروائی فقہاء کرام کے ہاں ''قضاء علی الغیب ''کہلاتی ہے حنفی مذہب میں یہ ہے کہ اگر کوئی شافعی مذہب کا قاضی اس طرح فیصلہ کرے تو بھی نافذالعمل نہیں ہوگا۔فتاوی شامیہ میں ہے:

فعلی هذا مایقع فی زماننامن فسخ القاضی الشافعی بالغیبة لایصح ولیس للحنفی تنفیذه

لہذا ہمارے زمانے میں شافعی المذھب قاضی خاوند کی غیر موجودگی میں فسخ کا فیصلہ کردیتا ہے وہ صحیح نہیں ہے ایک حنفی المذھب قاضی اسے نافذ نہیں کرسکتا۔

سواء بنی علی اثبات الفقراوعجزالمراة من تحصیل النفقةمنه بسبب غیبته فلیتنبه لذلک (ج:۲،ص:۹۰۳.)

خواہ اس فیصلے کا دارومدار اس پر ہو کہ وہ تنگ دست ہے یا یہ کہ عورت خاوند کے موجود نہ ہونیکی وجہ سے خرچہ حاصل کرنے سے عاجز ہو اس بات میں ہوشیار ہوجانا چاہیئے۔

ایک بااختیار حاکم اپنے اختیارات کا جائز اور صحیح استعمال کیوں نہیں کر پاتا مالی معاملات میں معمولی غیر حاضری سے بلاضمانت وارنٹ گرفتاری جاری کردیئے جاتے ہیں حلال وحرام اور حلالی نسل کے حصول کیلئے ایک دو تاریخ پیشی پر غیر حاضری کے باعث یکطرفہ کاروائی عمل میں لائی گئی زبان زد اور روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ عورت کے لئے خاوند پر خرچ کے آرڈر میں تحریر فرماتے ہیں۔

لو طلق امرءته عند العدل فغاب عن البلد ولایعرف مکانه اویعرف لکن یعجزعن احضاره اوان تسافر الیه هی او وکیله لبعده اولمانع آخر (جلد۴، صفحه ۴۷۱. ۴۷۰(باب فصل فی الحبس)

(خاوند نے اگر اپنی عورت کو کسی اچھے آدمی کے پاس ٹھہرایا اور شہر سے باہر چلا گیا اس کی رہائش کا پتہ نہ ہو اور اگر پتہ ہو لیکن اسکے حاضر کرنے کی کوئی صورت نہ ہو بلکہ مجبوری ہو اور نہ عورت اس کے پاس جانے کیلئے سفر کر سکتی ہو اور نہ اس کا وکیل۔ وہ دور رہتا ہو یا کوئی اور مانع درپیش ہو۔

دیکھیئے بیوی پر خرچ کے باب میں اتنی شرائط وقیود لگائی گئی ہیں تاکہ خاوند کی غیر موجودگی میں اس پر ظلم نہ ہو ایک شرط یہ بھی بتائی کہ "لکن یعجز عن احضارہ" (لیکن خاوند کو حاضر عدالت کرنے میں مجبوری اور لاچاری ہو) غور طلب یہ امر ہے کہ خاوند کو کس نے حاضر کرنا تھا اور حاضر کرنے میں کون مجبور ولاچار ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ حکومت اور حاکم کا کام تھا جب حکومت اپنے وسائل سے خاوند کو حاضر عدالت کرنے میں ناکام رہے تو پھر اسی کی صورت یہ ہوگی۔

وینبغی ان ینصب من الغائب وکیل یعرف انه یرعی جانب الغائب ولایفرط فی حقه (فتاوی شامی جلد۴ صفحہ: ۴۷۱)

چاہیے کہ خاوند غائب کیطرف سے ایک وکیل مقرر کیاجائے جس کے متعلق علم ہو کہ وہ خاوند کی رعایت ملحوظ رکھے گا اور اس کے حق میں زیادتی نہیں کرے گا۔ کس قدر احتیاط برتی گئی ہے اگر خاوند کی حاضری کی تمام ممکنہ صورتیں کالعدم ہوجائیں تو پھر بھی خاوند کی طرف سے حکومت ایک وکیل مقرر کرے گی جسے وکالت کا حق سپرد کیا جائے گا وکیل کی بحث وتمحیص کے بعد خاوند پر خرچ کی ڈگری کی جاسکے گی لیکن ہمارے ہاں وارنٹ کے ذریعے احضار پر قدرت کے باوجود دانستہ طور پر تنسیخ کی جاتی ہے حلال وحرام اور حلال نسل جیسے عظیم مسئلہ سے صرف نظر کی جاتی ہے (والی اللہ المشتکی وھو المستعان)

موجودہ عدالتوں کی آخری کوشش

پیادے بھیج کر مدعی علیم کے دروازوں پر اعلان چسپاں کردینے اور اخبارات میں اشتہار اور نوٹس دینے میں آخری ہمت صرف کی جاتی ہے کہ فلاں تاریخ کو حاضر عدالت ہوجاؤ ورنہ تمہارے خلاف یکطرفہ کاروائی عمل میں لائی جائے گی لیکن اس تجویز میں بھی اصل مشکل "قضاء

علی الغیب" کے عقدے کا حل نہیں ہے قاضی خان میں ہے:

ولوان رجلا جاء بکتاب القاضی فقبل ان یسمع القاضی شهادة الشهود علی الکتاب تواری الخصم فی البلدة قیل علی قول ابی یوسف یبعث القاضی منادیا نیادی علی بابه ثلاثة ایام اخرج وان لم تخرج نصبت منک وکیلا وقضیت علی الوکیل وعامةالمشائخ لم لیصححواهذاالقول (ج ۳ ص: ۵٦۰طبع نولکشور)

اگر ایک قاضی کا دوسرے کے پاس فیصلہ آجائے فیصلے پر سماع شہادت سے پہلے مدعی علیہ چھپ جائے توامام ابو یوسف کے قول پر قاضی ایک منادی بھیجے گا جو تین دن ان کے دروازے پر یہ اعلان کرتا رہے گا کہ حاضر ہوجاؤ ورنہ میں تیری طرف سے ایک وکیل مقرر کرکے اس پر اپنا فیصلہ صادر کردوں گا لیکن اکثر مشائخ (اہل فتوی) نے اس قول کو صحیح نہیں سمجھا۔

غور فرمایئے ایک طے شدہ کاروائی زیر سماعت ہے اس میں بھی اگر مدعی علیہ چھپ جائے قصداً حاضر عدالت نہ ہو تو بھی حاکم مجبور ہے پہلی سماعت پر یا اسکی غیر موجودگی میں شہادت لیکر فیصلہ نہیں کرسکتا۔

غیر مسنون طلاق نویسی

طرفہ یہ کہ دفاتر میں عرضی نویس جن سے طلاق نویسی کا کام لیا جاتا ہے ان کا مبلغ علم یہ ہے کہ وہ تین طلاق ایک دو تین کردیتے ہیں اس کے ساتھ ہر قسم کے غلیظ الفاظ، حرام، تومجھ پر ماں بہن ہے وغیرہ ملادیتے ہیں۔ تحریر طلاق کے بعد طلاق دھندہ حضرات جب مفتی سے یا شرعی قاضی سے رجوع کرتے ہیں اور حقیقت حال کا پتہ چلتا ہے تو پھر دم بخود ہوجاتے ہیں خیال فرمایئے نص کے خلاف مفتی یا قاضی انہیں اس مخمصہ سے کیسے نکال سکتا ہے پھر خاوند کو یا تو دانستہ حرام کاری کا راستہ دیکھائی دیتا ہے یا مذہب کی تبدیلی پر بھٹکنا پڑتا ہے (اعاذنااللہ تعالی من تبدیل المذهب لاتباع الھوی)

ان عرضی نویس حضرات سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے ارے پڑھے لکھے شاطروا تمھاری کیا سزا ہونی چاہیے کہ تمھارے ہاتھوں کی تحریر سے چند ٹکوں کے خاطر کتنے بجائیوں کی جان ومال کی تباہی و بربادی آخر کس کی بھنیٹ چڑھے گی۔

فویل لهم مما کتبت أیدیهم وویل لهم مما یکسبون.